بفیض روحانی
نمونۂ شدت
حضرت عمر و
اعلیحضرت خلیفہ
و مظہر اعلی
حضرت امام
المناظرین شیر
بیشۂ سنت الشاہ مفتی
حشمت علی خان
قادری رضوی رضی
المولیٰ عنہ
اکتوبر
۲۰۲۲
(Oct-2022)
ماہنامہ
حشمت ضیا
سنیت کا کام کریں گے فتاویٰ رضویہ عام کریں گے
مدیر : عبید حشمت علی
تزئین کار : محمد سہیل رضا حشمتی
(عرب شریف)
آر این آر آرٹس گلبرگہ
© Mahnama Hashmat Ziya

ماہنامہ
حشمت ضیا
اکتوبر ۲۰۲۲ء

مدیر
عبید حشمت علی غفرلہ

تزئین کار
محمد سہیل رضا حشمتی غفرلہ القوی
(عرب شریف)

بفیض رُوحانی

قطب الاقطاب خلیفۂ غریب نواز سرکار **قطب الدین بختیار کاکی** رضی المولیٰ عنہ

ثم

قطب ابدال شیخ **علاؤالدین علی احمد** معروف بہ **صابر پاک** رضی المولیٰ عنہ

ثم

آفتابِ ولایت شیخ **شرف الدین** معروف بہ **بوعلی شاہ قلندر** رضی المولیٰ عنہ

ثم

سیف اللسان مخدوم **شمس الدین سید عثمان مروندی** معروف بہ **شاہباز لعل قلندر** رضی المولیٰ عنہ

زیر سایۂ کرم

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، شیر ہندوستان، **حضرت علامہ مفتی محمد ادریس رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم پیلی بھیت **حضرت علامہ مفتی محمد معصوم رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، صاحب کشف و کرامت، جنید زماں **حضرت علامہ مفتی محمد ناصر رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

نبیرۂ مظہر اعلی حضرت محقق عصر، رئیس التحریر **حضرت مفتی محمد فاران رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

فہرست

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت ودرستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پاجائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاءاللہ تعالی کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

نعت شریف

نقشِ پاکِ خضرا کو طغرۂ دل بنایا ہے

از— حضرت علامہ مفتی فاران رضا صاحب قبلہ حشمتی

نقشِ پاکِ خضرا کو طغرۂ دل بنایا ہے
خاک کے گروندھے سے لعل وزر نکالا ہے

خاکِ دشتِ طیبہ کا مرتبہ نرالا ہے
عرش کو بھی رفعت کی حسرتوں میں ڈالا ہے

نامِ پاکِ آقا پر بوسۂ لب لگا کر کے
چشم ودل کو نورانی راستہ دیکھایا ہے

مہرِ خاکِ طیبہ کو دیکھ کے میرے سر پر
خلد بھی ہے حیرت میں کیا عجب یہ ویزہ ہے

دیکھے تو کوئی دیکھے اخلاقِ صحابہ کو
دشمنانِ آقا کو مرتے مرتے مارا ہے

مصطفےٰ جانِ رحمت کی قربتوں کا ہم نے بھی
ردو طردِ اعداء سے راستہ نکالا ہے

رنگِ بے وفائی میں ہم نے کیا کسر چھوڑی
پھر بھی میرے آقا کی رحمتوں کا سایہ ہے

چاند تک رسائی پر اہل دنیا ہیں نازاں
وہ تو میرے آقا کے مہد کا کھیلونا ہے

شیخ کا نسخۂ بخشش مل گیا ہے اے **فاراںؔ**
مصطفےٰ کی آمد کو حشر تک منانا ہے

{صلی المولی تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم}

فقیر گدائے مشاہد
محمد فاران رضا خان حشمتی غفر لہ القوی
آستانہ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف

صحائف انبیاء میں ذکر جمیل

از- شیخ محقق عبد الحق دہلوی رضی المولیٰ عنہ

جس طرح کتب ثلاثہ یعنی توریت انجیل اور زبور میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور ہیں اسی طرح ہر نبی کے صحیفوں میں بھی آپ کے اوصاف مذکور و مسطور ہیں۔ یہاں تک کہ ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کے صحیفے میں بھی نقل کیے گئے ہیں۔ چنانچہ حق تعالی نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ:

"میں مکہ کا خداوند ہوں۔ اس کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والے اور وہاں تک پہنچنے والے میرے مہمان ہیں۔ اور وہ میری عنایت و حمایت کی پناہ اور سایہ میں ہیں اور میری حفاظت و رعایت میں ہیں اور زمین و آسمان والوں سے اسے معمور کروں گا اور جوق در جوق جماعتیں بکھرے ہوئے اور گرد آلود بالوں سے لبیک پکارتے، تکبیر بلند آواز سے کرتے۔ آنکھوں سے آنسو بہاتے آئیں گے۔ اور جو بھی اس خانۂ کعبہ کی زیارت کو آئے گا اس کا مقصود بیت اللہ کی زیارت اور میری خوشنودی و رضا کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ میں ہی صاحب خانہ ہوں گویا کہ ایسا ہوگا کہ اس نے میری ہی زیارت کی وہ میرا مہمان ہوگا۔ اور میرے کرم کے لائق و مستحق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ میں اس کی تکریم کروں گا اور محروم نہ چھوڑوں گا۔ اور اس خانۂ کعبہ کا انتظام تیرے فرزندوں میں سے اس نبی کے سپرد کروں گا۔ جسے ابراہیم کہیں گے۔ اس کے ذریعہ خانۂ کعبہ کی بنیادوں کو اونچا کراؤں گا اور اس کے ہاتھ سے اسے تعمیر کراؤں گا۔ اور اس کے لیے زمزم کا چشمہ نکالوں گا۔ اور اس کی حرمت و حل اس کی میراث میں دوں گا۔ اور اس کے مشاعر کو اس کے ہاتھ سے آشکارا کروں گا۔ (مشاعر سے مراد مشعر الحرام اور نشانات ہیں) پھر حضرت ابراہیم کے بعد ہر زمانہ میں لوگ اسے آباد رکھیں گے۔ اور اس کی طرف قصد و ارادہ رکھیں گے۔ یہاں تک کہ نوبت بہ نوبت تیرے فرزندوں میں سے اس نبی تک پہنچے گی جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کہیں گے۔ وہ سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہوں گے ۔ اور اسی نبی کو میں اس کے گھر کے رہنے والوں، منتظموں، متولیوں اور حاجیوں میں بزرگ تر بناؤں گا۔ جو بھی میرا متلاشی اور میرا چاہنے والا ہو۔ اسے لازم ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ ہو۔ جن کے بال بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں جو خدا کے حضور اپنی منتوں اور نذروں کو پورا کرتے ہیں۔

صحیفۂ ابراہیم میں ذکر جمیل: حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ کے صحیفہ میں ہے کہ: "اے ابراہیم میں نے تمہاری دعا تمہارے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کے حق میں قبول فرمائی ہے۔ میں نے ان پر اور ان کی اولاد پر برکتیں جاری فرمائیں۔ اور ان میں سے ایک ایسا فرزند عالم وجود میں لاؤں گا جو معظم ومکرم ہوگا۔ جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ وہ میرے برگزیدہ اور مبعوث شدہ ہوں گے۔ اور ان کی امت بہترین امت ہوگی۔"

کتاب حبقوق میں ذکر جمیل: حضرت حبقوق ایک نبی تھے جو حضرت دانیال نبی کے ہم زمانہ تھے۔ (علیہما السلام) ان کی کتاب میں مذکور ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے برکت وپاکی کے ساتھ فاران کے پہاڑوں پر جلوہ فرمایا اور زمین کو احمد کی مدحت وثنا اور اس کی تقدیس سے بھر دیا جو کہ زمین اور امتوں کی گردنوں کا مالک ہے۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں سے آسمان مجلی ہوا اور اس کی مدحت سے لبریز ہوگئی۔ ان کے نور سے زمین روشن ہوگئی اور ان کے گھوڑے سمندر میں دوڑیں گے۔"

اور حضرت حبقوق کے کلام میں یہ بھی ہے کہ:

"بہت جلد آپ کے کمان میں سخت تیر کھینچے جائیں گے ۔ اور خوب سیراب ہوں گے تیر آپ کے حکم سے۔"

یہ عبارت حکم میں مبالغہ اور کام کے انجام کی انتہا تک پہنچنے کی طرف کنایہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں دین وملت

کے کام کمال و اتمام تک پہنچیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

یعنی میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمتیں تمام فرمادیں۔

حضرت وہب بن منبہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے کتب قدیمہ میں پڑھا ہے کہ حق تعالی یہ قسم ارشاد فرماتا ہے:

" مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں عرب کے پہاڑوں پر اپنے نور کو نازل فرماؤں گا جس سے مشرق و مغرب کا درمیان نور سے پر نور ہو جائے گا۔ اور اولاد اسمعیل میں سے ایک نبی عربی وامی پیدا فرماؤں گا جس پر آسمان کے ستاروں کی گنتی اور زمین پر جتنی روئیدگی ہے ان کے برابر لوگ ایمان لائیں گے۔ اور میری ربوبیت اور اس کی رسالت پر سب ایمان لائیں گے۔ اور اپنے باپ دادا کی ملتوں سے نفرت کرتے ہوئے نکلیں گے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا اے خدا پاکی ہے تجھے اور تیرے اسماء پاک ہیں۔ بلاشبہ تو نے اس نبی آخرالزماں کو بڑی ہی عزت و شرافت سے نوازا ہے۔ فرمان باری تعالی آیا۔ میں دنیا و آخرت میں اس کے دشمنوں سے انتقام و بدلہ لوں گا۔ اور تمام دعوتوں پر ان کی دعوت کو ظاہر و غالب کروں گا۔ جو ان کی شریعت کی مخالفت کرے گا میں اسے ذلیل وخوار کروں گا۔ وہ شریعت ایسی ہے جسے عدل سے آراستہ کیا ہے۔ اور عدل وانصاف کے قیام کے لیے ہی اس شریعت کو لاؤں گا۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی میں تمام امتوں کو ان کے وسیلہ سے آتش دوزخ سے نجات دوں گا۔ اور دنیا کا آغاز میں نے ابراھیم سے کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے ختم کروں گا اب جو کوئی ان کا زمانہ پائے اور ان پر ایمان نہ لائے اور ان کی شریعت کی پیروی نہ کرے تو اس سے خدا بیزار ہے"۔

صحیفۂ شعیا علیہ السلام میں ذکر جمیل :

حضرت شعیاء علیہ السلام کے صحیفوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اس طرح مذکور ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے۔ وہ بندہ میرا محبوب ہے کہ میں اس سے خوش ہوتا ہوں وہ میرا مختار ہے کہ وہ مجھ

سے خوش ہوتا ہے۔ میں اس پر اپنی روح کا افاضہ کرتا ہوں اور فرمایا۔ میں اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہوں تو امتوں پر اس کا عدل ظاہر ہوتا ہے وہ ایسا بندہ ہے جو قہقہہ نہیں لگاتا۔ اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنی جاتی ہے۔ وہ بندہ اندھی آنکھوں کو بینائی بخشتا بہرے کانوں کو کھولتا اور مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ میں اس کو وہ دوں گا جو میں نے کسی کو نہیں دیا۔ وہ بندہ احمد ہے کہ وہ اپنے رب کی تازہ حمد بجالاتا ہے۔ کوئی اسے کمزور نہ کر سکے گا اور نہ اسے مغلوب بنا سکے گا۔ وہ اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا اور وہ نیکوکار صلحاء جو کلک کی مانند کمزور و ناتواں ہیں ان کو وہ ذلیل و خوار نہیں جانتا۔ وہ صدیقوں کو قوی بناتا ہے وہ تواضع وانکساری کرنے والوں کا رکن ہے وہ خدا کا نور ہے جسے ہر گز کوئی نہ بجھا سکے گا۔ اس کے ذریعہ میری حجت ثابت و برقرار ہوتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ عذر منقطع ہوتا ہے اور اس کی توریت یعنی تلاوت قرآن سے جن وانس اطاعت گزار بنتے ہیں۔

(اس جگہ توریت سے مراد اس کتاب کی تلاوت ہے جو حضرت موسی علیہ السلام کی توریت کا قائم مقام ہے یعنی قرآن پاک) نیز حضرت شعیاء نبی علیہ السلام کے ذکر میں ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ خدا ہوں جس نے تمہیں حق کے ساتھ عظیم و قوی بنایا اور تمہیں ایسا نور بنایا جس سے تم امتوں کی اندھی آنکھوں کو بصارت عطا فرماؤ گے۔ اور تم ایسی دلیل ہو جس سے تم نفس و ہوا کے قیدیوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاؤ گے۔"

نیز حضرت شعیاء علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے فرمایا:

"اے شعیاء اٹھ اور دیکھ اور جو کچھ نظر آئے اس کی لوگوں کو خبر دے تو میں اٹھا اور دیکھا کہ دو سوار سامنے سے آرہے ہیں۔ ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر۔ ایک سوار دوسرے سے کہتا ہے گرا دو بابل کو اور ان بتوں کو جو انہوں نے تراش رکھے ہیں۔

ابن قتیبہ جو کہ علماء امت میں سے ہیں اور کتب سماوی کے زبردست عالم اور محقق ہیں فرماتے

ہیں کہ گدھے پر سوار ہونے والے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام مراد ہیں جس پر تمام نصاری کا اتفاق ہے تو لامحالہ اونٹ پر سوار شخص حضور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے کہ بابل کا سقوط اور وہاں کے بتوں کی شکستگی آپ ہی کے دست مبارک سے ہوئی ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے۔ کیونکہ اقلیم بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہمیشہ ہی وہاں کے بادشاہ بتوں کی پرستش کرتے رہے ہیں۔ اور یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹ پر سواری اور حضرت مسیح علیہ السلام کی گدھے پر سواری بہت زیادہ مشہور ہے۔

اور حضرت شعیاء علیہ السلام کی کتاب میں مذکور ہے کہ :

"آل قیدار کی محلات سے جنگلوں اور شہروں کو بھر دیں گے وہ تسبیح کریں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اذانیں دیں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو حق سبحانہ وتعالی کی عظمت و بزرگی بیان کریں گے اور بحر و بر اور خشکی و تری میں خدا کی پاکی اور اس کی تسبیح کو پھیلا دیں گے۔ اور زمین کے آخری کنارہ سے غلغلہ تکبیر بلند کرتے تیزی کے ساتھ آئیں گے اور اپنے پاؤں کو ماریں گے جس طرح گل کاری کرنے والا مٹی کو پاؤں سے گوندھتا اور کوٹتا ہے"۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ محبت کے ساتھ آئیں گے اور ان کا تیزی کے ساتھ آنا۔ حج کے لیے بسرعت آنا آواز بلند کرنا تلبیہ یعنی لبیک کہتے ہوئے آنا۔ اور طواف میں رمل یعنی اکڑ کر چلنا مراد ہے۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آل قیدار سے مراد اہل عرب ہیں اس لیے کہ باجماع حضرت اسمعیل علیہ السلام کے پوتے کا نام قیدار ہے۔ ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیاء کی کتاب میں مکہ مکرمہ خانۂ کعبہ اور حجر اسود کا بھی ذکر ہے کہ وہ حجر اسود کا استیلام یعنی بوسہ دیں گے حضرت شعیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا آگاہ رہو میں صیہون یعنی مکہ مکرمہ میں اپنا گھر (بیت اللہ) بنانے والا ہوں۔ جس کے گوشہ میں حجر اسود ہے۔ اور اسے عظمت و کرامت دی گئی ہے۔ اسے بوسہ دیا جائے گا۔ اور حق تعالی نے مکہ سے ارشاد فرمایا: اے عاقر (یعنی

بانجھ) تو خوش ہو اور تسبیح کے ساتھ گویائی کر کہ تیرے اہل (یعنی ماننے والے) میرے اہل سے زیادہ ہوں گے۔ اپنے اہل سے مراد اہل بیت المقدس بنی اسرائیل لیا ہوگا اور مکہ کے حج و عمرہ کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے۔ اور یہ کہ حق تعالی نے مکہ کو عاقر یعنی بانجھ سے تشبیہہ دی ہے۔

بایں وجہ کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام سے پہلے اس میں کوئی آباد نہ تھا۔ اور نہ وہاں کوئی کتاب ہی نازل ہوئی۔ بخلاف بیت المقدس کے کہ وہاں بکثرت انبیا علیہم السلام ہوئے۔ اور وہ مہبط وحی رہا۔ نیز کتاب شعیاء میں ہے کہ حق تعالی نے مکہ سے فرمایا: قسم ہے مجھے اپنی ذات کی جیسا کہ مجھے قسم تھی حضرت نوح کے زمانہ میں کہ میں نے اہل زمیں کو طوفاں سے غرق کیا اس طرح اب تیرے لیے مجھے انہی ذات کی قسم ہے میں تجھ سے کبھی بھی ناراض نہ ہوں گا۔ اور نہ کبھی تجھے چھوڑوں گا۔ جب تک کہ تمام پہاڑ اپنی جگہ سے نہ جائیں اور اس کے قلعے پست نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک اپنی نعمتیں تجھ سے زائل نہ کروں گا۔ اے مسکینہ تو آگاہ رہ کہ میں

تیری بنیادوں کو پتھر اور گچ سے بناؤں گا۔ اور تجھے زر و جواہر سے آراستہ کروں گا۔ اور تیری چھت کو آبدار موتیوں سے اور تیرے دروازوں کو زبرجد سے سجاؤں گا۔ ظلم کو تجھ سے دور رکھا جائے گا۔ اور کسی اوزار سے جس کا بنانے والا تجھے نقصان پہنچائے اس سے خوف نہ رکھ۔ اٹھ اور روشن ہو کہ تیرے نور کے پہنچانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ خدا کی عظمت و توقیر تجھ پر ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے ظہور کی بشارت ہے۔ اسی طرح حرم شریف کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

بھیڑیا اور بکری ایک جگہ چریں گے۔ اور اس کی راہوں کے بارے میں ہے کہ راہوں کی عظمت و بزرگی اتنی زیادہ ہے کہ تحریر و بیان سے باہر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و احوال کتب مقدمہ میں اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس میں کوئی اخفا و اشتباہ نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ اعداء دین آپ کے نام نامی کو بدل دیں یا تحریف کر دیں۔ اس کے باوجود دلائل و شواہد روشن و ظاہر ہیں۔

یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا ہی کرتا ہے خواہ کافر کتنا ہی برا مانیں۔

(مدارج النبوۃ جلد ۱)

☆☆☆☆☆☆

محفل میلاد شریف کرنا کیسا؟

از: اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی المولیٰ عنہ

س: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل میلاد شریف وقیام بوقت ذکر ولادتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیاہے بعض لوگ اس قیام سے انکار کرتے ہیں بدیں وجہ کہ قرون ثلٰثہ میں نہ تھااور ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ثقات علماء سے خاص اس بارے میں منع وارد ہے، چنانچہ سیرت شامی میں ہے: ھذا القیام بدعۃ لااصل لھا (یہ قیام بدعت ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔) ان کے اقوال کاکیاحال ہے؟ بیّنواتوجروا (بیان فرماؤاجر پاؤ۔)

الجواب

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کابیان و اظہار اوراپنے فضل ورحمت کے ساتھ مطلقاًخوشی منانے کا حکم دیاہے،

قال اللہ تعالیٰ:

وامّا بنعمۃ ربّک فحدّث

اوراپنے رب کی نعمتوں کاخوب چرچاکرو۔

وقال اللہ تعالیٰ:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔

(اے محبوب! آپ) فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پرچاہئے کہ (لوگ) خوشی کریں۔

ولادت حضور صاحب لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتاہے:

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا۔

بیشک اللہ کابڑا احسان ہوامسلمانوں پرکہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

اور فرماتا ہے:

وماارسلناک الارحمۃ للعلمین۔

(اے محبوب!) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔

تو آپ کی خوبیوں کے بیان واظہار کا نص قطعی سے ہمیں حکم ہوا اور کار خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے، اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس و محفل میلاد ہے۔ امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں:

ثم لازال اهل الاسلام فی سائرالاقطار والمدن یشتغلون فی شهرمولده صلی الله علیه وسلم بعمل الولائم البدیعة المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات و یظهرون السرور یزیدون فی المبرات ویهتمون بقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم۔ انتهی۔

یعنی پھر اہل اسلام تمام اطراف واقطار اور شہروں میں بماہ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہار سرور و کثرت حسنات واہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔انتہی۔

اور قول بعض کا کہ میلاد بایں ہیئت کذائی قرون ثلٰثہ میں نہ تھا ناجائز ہے، باطل اور پراگندہ ہے، اس لئے کہ قرون وزمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں یعنی یہ کہنا کہ فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور فلان زمانہ میں ہو تو باطل اور ضلالت ہے حالانکہ شرعاً وعقلاً زمانہ کو حکم شرعی یا کسی فعل کی تحسین وتقبیح میں دخل نہیں، نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت میں ہو برا ہے۔

ففی الحدیث الشریف من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها ، ومن هذا النوع قول سیّدنا عمر رضی الله تعالٰی عنه فی التراویح نعمت البدعة۔

پس حدیث شریف میں ہے:۔ جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور جو اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا اجر اسے بھی ملے گا۔ اسی قسم کا ایک قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی دربارہ تراویح ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان کانت ممایندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعۃ حسنۃ وان کانت ممایندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعۃ مستقبحۃ انتھی۔

اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی انتی۔

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر جاننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہو چکا ہے کہ ذکر ولادت شریف:

وامّا بنعمۃ ربک فحدّث

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب و مشروع ہوا۔

علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعلی المولد واجتماع الناس کذٰلک

یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔

لیجئے اس میں مجمع کی تصریح بھی موجود ہے، اور مسلم الثبوت میں ہے:

شاع وزاع احتجاجھم سلفاً وخلفاً بالعمومات من غیرنکیر۔

شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف واخلاف میں بلا انکار مشہور و معروف ہے۔

اور یہ بھی اسی میں ہے:

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق۔

مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے۔

تحریر الاصول علامہ ابن الھمام اور اس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ماصدق علیہ المطلق۔

اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔):

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ خدا کا ذکر ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ورفعنا لک ذکرک۔

بلند کیا ہم نے تمہارے ذکر کو تمہارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرّہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتک ذکرامن ذکری فمن ذکرک ذکرنی۔

یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمہاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ حضرت سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے، پس حکم اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی ایسا ہی قیام بوقت ذکر ولادت حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اوّلاً، اس کے جواز ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کل اشیاء میں حلت ہے، جو کوئی عدم جواز کا دعوٰی کرے اس پر

دلیل وبینہ ہے، ہمارے لئے صرف اتناہی کافی ہے کہ عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

الحلال ماحلّ اللہ فی کتابہ والحرام ماحرّم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مماعفاعنہ۔

اللہ تعالیٰ نے جو اپنی کتاب میں حلال کردیا وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے۔

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی وتعریف قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

انّا ارسلنک شاھداومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈرسناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤاور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

وقال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ۔

اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

پس بوجہ اطلاق آیات حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے

جداگانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی، ہاں اگر کسی طریقہ کی ممانعت شرعاً ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔

امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امرمستحسن عند من نوراللہ ابصارھم انتھی۔ سواء ورد الشرع بخصوصہ اولم یرد ذٰلک لان مطلق التعظیم وماحث علیہ والیہ فلیعم کل مایسمّٰی باسمہ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جس سے الوہیۃ الٰہ میں شرکت لازم نہ آئے ہر طرح امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں انتہی۔ خواہ شریعت کا ورود خاص اس امر میں ہو یا نہ ہو یہ اس لئے کہ مطلق تعظیم جس کی طرف اور جس پر متوجہ کی گئی تو اسم کے ہر مسمّٰی کو شامل ہوسکے۔

جن کی آنکھوں میں اللہ تعالٰی نے نور بصارت بخشا ہے ان کے نزدیک یہ قیام بوقت ذکر ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محض بنظر تعظیم واکرام حضور اقدس بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ہے تاوقتیکہ منکرین خاص اس صورت کی ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت نہ کریں اور ان شاء اللہ تاقیامت اس کی ممانعت ثابت نہ کرسکیں گے۔

رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف ہی کے وقت کیوں ہے اس کی وجہ نہایت روشن اور واضح ہے۔

اوّلاً صدہا سال سے علمائے کرام اور بلاد اسلام میں یونہی معمول ہے۔

ثانیاً ائمہ دین کی تصریح ہے کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورت تعظیم میں سے ایک صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔

ثالثاً وقت ولادت شریف حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ملائکہ تعظیم کے واسطے

کھڑے ہوئے تھے شرف الانام تصنیف علامہ شیخ قاسم بخاری میں یہ روایت موجود ہے اس لئے ہم بھی جب ذکر ولادت شریف کرتے ہیں تو ان ملائکہ کا تشکل پیدا کرتے ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک واقعہ مرویہ کی صورت اور تشکل پیدا کرنا مستحب ہے چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ تین میں روایت ہے کہ وقت نزول وحی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دل میں پڑھتے اور لبوں کو ہلاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس وقت یہ حدیث روایت کرتے تو اپنے لبوں کو ہلادیتے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلاتے تھے، اور حضرت ابن جبیر بھی ہلاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہلاتے دیکھا۔

پس جبکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے واقعہ مرویہ کا تشکل اور تمثل ثابت ہے تو ہم بھی واقعہ میلاد میں قیام ملائکہ کا تشکل اور تمثل پیدا کرتے ہیں، باقی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قیام ملائکہ کا تشکل نہ بنانا اور محفل میلاد شریف کو ہیئت کذائی کے ساتھ آراستہ نہ کرنا مستلزم منع شرعی نہیں۔

امام احمد بن محمد بن قسطلانی بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لايدل على المنع الخ۔

کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا منع کرنے کی دلیل نہیں الخ۔

علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذورؤية ودراية فطوبٰى لمن كان تعظيمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مرامه ومرماه الخ۔

بیشک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو ان اماموں نے جو صاحب روایت و درایت ہیں اچھا جانا ہے تو اس شخص کیلئے سعادت ہے جس کی مراد و مقصود کی غرض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو الخ۔

علی الخصوص حرمین شریفین مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ مبداء ومرجع دین وایمان کے اکابر علماء ومفتیان فضلائے مذاہب اربعہ مدتوں سے میلاد مع قیام کرتے آئے اور اس کے جواز کا فتوی دیتے آئے، پھر ان پر ضلالت اور گمراہی کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے۔

چہ کفرازکعبہ برخیزد کجا ماندمسلمانی

رہاعبارت سیرت شامی سے استدلال، سو وہ سب باطل، کیونکہ علامہ برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرت الامین المامون عبارت مذکورہ کو نقل کر کے شرح میں فرماتے ہیں:

ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ لیس کل بدعۃ مذمومۃ۔

یعنی لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔

اوراسی مقام میں ہے:

قد وجد القیام عند ذکراسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتداء الائمۃ دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذٰلک مشائخ الاسلام فی عصرہانتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ مرجع الوھاب۔

دین وتقوٰی میں امت کے عالم اور اماموں کے مقتداء امام تقی الدین سبکی سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ذکر پاک کے وقت قیام ثابت ہے اور آپ کے زمانہ کے مشائخ نے اس معاملہ میں آپ کی پیروی کی ہے انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ مرجع الوہاب۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲۳، صفحہ ۷۶۲)

☆☆☆☆☆☆

اسرار الاحکام بانوار القرآن (قسط پنجم)

از۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

اسلامی سزائیں

س: اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ یہ جرم سے زیادہ ہے کہ چور مال تولے چار روپے کا اور ہاتھ وہ کٹے جس کی قیمت ہی نہیں۔ رب فرماتا ہے۔ جو گناہ کرے اسے گناہ کی بقدر ہی سزا دی جائے۔

ج: چور کا ہاتھ کاٹنا مال کی سزا نہیں بلکہ قانون شکنی کی سزا ہے۔ قانون ہاتھ سے کہیں زیادہ قیمتی ہے قانون کے لئے سیکڑوں قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی لئے اگر چور لاکھ روپیہ مالک کو دے دے تب بھی ہاتھ کٹنے سے نہیں بچ سکتا۔ آیت میں مثلھا سے شرعی مثل مراد ہے نہ کہ قوی۔ شریعت نے اس جرم کو ہاتھ کی مثل قرار دیا تو وہ ہی اس کی مثل ہے۔ یا یہ آیات آخرت کے بارے میں ہے۔ یعنی رب تعالی نیکوں کو نیکی کا زیادہ ثواب دے گا کہ ایک کا ثواب سات سو۔ مگر بدی میں بالکل اضافہ نہ ہو گا۔

س: چوری میں ہاتھ کاٹنا ظلم ہے۔ چند روپیہ میں انسان کی زندگی خراب نہ کرنی چاہیئے۔

ج: ظلم وہ سزا ہے جو قانون سے زیادہ ہے۔ ہاتھ کاٹنا قانونی سزا ہے۔ آج چور کو دو سال کی سزا ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ آدھے گھنٹہ میں چوری کرتا ہے۔ مگر چونکہ قانون کے اندر ہے۔ لہذا ظلم نہیں۔ اگر ایک بدمعاش کی زندگی برباد ہونے سے لاکھوں زندگیاں سنبھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ قوم پر افراد قربان ہوتے ہیں۔ ایک کا ہاتھ کٹنے سے دوسرے بدمعاش چوری سے باز رہیں گے۔ نیک معاش آرام سے زندگی بسر کریں گے۔

س: ہاتھ کاٹنے سے فائدہ کیا ہے؟

ج: ہاتھ چوری کا آلہ ہے۔ آلہ ہی ختم کر دو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری پھر یہ شخص چلتا پھرتا اشتہار۔ اور لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر

لوگ چوری سے توبہ کریں گے خود یہ بھی آیندہ اپنا کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر کبھی چوری نہ کرے گا۔

س: جب چوری میں ہاتھ کاٹا جو چوری کا آلہ ہے تو چاہیئے کہ زنا میں زانی کا ذکر کاٹو جو زنا کا آلہ ہے۔ اس میں رجم کیوں کرتے ہو؟

ج: چوری صرف ہاتھ سے ہوتی ہے۔ باقی وہاں جانا آنکھ سے مال دیکھنا۔ یہ چوری کے مقامات ہیں۔ بخلاف زنا کے وہ تمام جسم سے ہوتا ہے اور سارے جسم کو لذت آتی ہے۔ منی بھی جسم کے ہر عضو کے خون سے بنتی ہے۔

س: اسلام میں زنا کی سزا موت کیوں ہے۔ جان کا بدلہ جان چاہیئے نہ کہ گناہ کا۔

ج: زانی ایک بچہ کی ساری نسل خراب کرتا ہے کہ اسے حرامی بناتا ہے۔ حرامی ہونا ہلاکت کی طرح ہے۔ گویا زانی ایک نسل کا قاتل ہے۔ لہذا اس کی جان لو۔

س: اس کی کیا وجہ ہے کہ قاتل سے قصاص تلوار سے لیا جاتا ہے۔ مگر زانی کی جان پتھراؤ سے نکالی جاتی ہے۔ جو قتل سے بدتر ہے۔ کیا زنا قتل سے برا ہے۔

ج: ہاں قاتل مقتول کی صرف جان لیتا ہے۔ مگر زانی بچہ کی نسل کو خراب کرتا ہے۔ اور مزنیہ کی بلکہ اس کے سارے خاندان کی آبرو برباد کرتا ہے۔ آبرو جان سے زیادہ عزیز ہے۔ نیز زنا بڑی خونریزی کا ذریعہ ہے۔ اس سے رقیبوں کی بہت سی جانیں جاسکتی ہیں۔ لہذا اسے روکنے کے لئے عبرت ناک سزا دینا ہی ضروری ہے۔ ہابیل کا قتل زنا کی وجہ سے ہی ہوا۔ معلوم ہوا کہ پہلا قتل زنا سے ہوا۔

س: کیا وجہ ہے کہ زنا کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ مگر اغلام جو زنا سے بدتر ہے اس کی یہ سزا نہیں۔ اس میں صرف تعزیر ہے۔

ج: اس لئے کہ اغلام میں کسی بچہ کی نسل نہیں بگڑتی۔ ہاں یہ انتہائی بے شرمی کا کام ہے اس لئے لوطی کی بھی جان ضرور لینی چاہیئے۔

س: اس کی کیا وجہ ہے کہ جوا کھیلنے کی سزا مقرر نہیں مگر شراب کے لئے اسی (۸۰) کوڑے مقرر ہیں۔ حالانکہ شراب وجوا یکساں جرم ہے؟

ج: یکساں نہیں شراب سے عقل جاتی ہے۔ جس سے انسان صدہا جرم کر سکتا ہے۔ کیونکہ جرموں سے روکنے والی چیز عقل ہی تھی۔ جب وہ ختم ہوگئی تو اب جرم سے کون روکے لہذا اس کی سزا سخت ہے۔ شراب ام الخبائث ہے۔

س: اسلام نے جیل کی سزا کیوں نہیں رکھی؟

ج: اس لئے کہ جیل بادشاہ اور رعایا دونوں کے لئے مصیبت ہے اور اس سے جرم کم نہیں ہوتے۔ کیونکہ جیل کی وجہ سے حکومت پر خرچہ بہت پڑتا ہے۔ جسے پورا کرنے کے لئے یا مجرم سے جرمانہ لیا جائے یا رعایا سے ٹیکس اور مجرم جب سمجھتا ہے کہ جرم کی سزا جیل ہے۔ جہاں مفت کی روٹیاں ملیں گی وہ جرم پر دلیر ہوگا۔

بعض غربا کو کہتے سنا گیا کہ چوری میں فائدہ ہے۔ اگر بچ گئے تو مال ہاتھ آیا۔ اگر پکڑے گئے تو دو سال مفت روٹی ملی۔ فاقہ سے تو بچیں گے اس لئے ملک میں جرم کی سزا بڑھتی جارہی ہے۔ اگر چار ہاتھ کٹ جائیں توانشاءاللہ چوری کا خاتمہ ہو جائے۔

س: اسلام نے جرمانہ کی سزا کیوں نہ رکھی؟

ج: اس لئے کہ اس سے جرم بہت زیادہ ہوں گے۔ جرائم پیشہ طبقہ اکثر غریب ہے۔ جن سے جرمانہ وصول نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ جرم پہ دلیر ہوں گے کہ حکومت ہم سے کیا لے گی۔ رہا امیر طبقہ وہ بھی جرم پر دلیر ہوگا۔ اس خیال سے کہ جرم کر لو روپیہ بھر دیں گے۔ پھر حکومت بھی جرائم کی زیادتی چاہے گی۔ کیونکہ جرم حکومت کے لئے ذریعۂ آمدنی ہوں گے۔ اپنی آمدنی کسے بری لگتی ہے غرضکہ اسلام کا مقصود بد معاشی مٹانا ہے نہ کہ بد معاشیوں سے کمانا۔

س: قابیل سے ہابیل کا قصاص کیوں نہ لیا گیا۔ وہ بعد قتل اپنی بہن اقلیما کو عدن میں لے بھاگا۔ جس سے اس کی اولاد ہوئی۔ اس نے بڑے گناہ کئے اور وہ اپنی موت مرا۔ اسے پہلے ہی کیوں نہ مار دیا گیا؟

ج: تین وجہ سے۔ ایک یہ کہ اس وقت تک قصاص کے احکام نہ آئے تھے دوسرے اس لئے کہ آدم علیہ السلام کو قتل کی شرعی گواہی نہ مل سکی تیسرے اس لئے کہ آدم علیہ السلام مقتول ہابیل کے ولی تھے اور مقتول کے ولی کو معافی کا حق ہے۔

س: قابیل نے ہابیل کو ناحق قتل کیا۔ اسے سخت مجرم قرار دیا گیا بلکہ دنیا کے سارے قتلوں میں اس کا رکھا گیا۔ کنعان نے نوح علیہ السلام کی مخالفت کی تو اسے کافر قرار دیا گیا۔ مگر برادران حضرت یوسف علیہ السلام نے اتنے بڑے جرم کئے۔ ان کو پھر بھی بعض نے نبی مانا اور صحابی یا ولی تو سب ہی مانتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں تاروں کی شکل میں دیکھا۔ جرم یکساں مگر نتیجہ میں فرق کیوں ہے ؟

ج: دو وجہ سے ایک یہ کہ قابیل نے عورت کے عشق میں قتل کیا اور کنعان نے کفار کی محبت میں پیغمبر کو ناراض کیا۔ ان کے جرموں کی بنیاد ناجائز پر تھی۔ مگر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ سب کچھ یعقوب علیہ السلام کی محبت اور ان کا نور نظر بننے کی لالچ میں کیا۔ اگر یوسف علیہ السلام نہ ہوں تو ہم ان کے محبوب بیٹے ہوں گے۔ انہوں نے جرم کئے مگر بناء جرم پیغمبر کی محبت تھی۔ لہذا فرق ہوا کہ انہیں توبہ نصیب ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ ان برادران نے یعقوب و یوسف علیہ السلام سے معافیاں حاصل کرلیں۔۔ وہ دونوں یہ نہ کرسکے۔

س: مرتد کو قتل کیوں کیا جاتا ہے۔ مذہب کی آزادی چاہیئے ؟

ج: اس لئے کہ مرتد ربانی حکومت کا باغی ہے کہ رب کی وفادار رعایا بن کر پھر گیا اور کافر اصلی رعایا بنتا ہی نہیں۔ جب ان جھوٹی حکومتوں کا باغی قتل کا مستحق ہے۔ تو حقیقی سلطنت کا باغی بھی قتل کا مستحق ہونا چاہیئے اسلام نے دینی آزادی دی ہے۔ کسی کافر کو اسلام پر مجبور نہ کیا۔ کروڑوں کافروں کو سلاطین اسلامیہ نے حفاظت میں رکھا۔

س: کیا استاد سے شاگرد کا بدلہ لیا جائے گا ہے ؟

ج: اگر شاگرد کو قتل یا زخمی کر دیا ہے تو ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ کسی قصور پر چپت مار دینے یا قمچی لگانے کا بدلہ نہ ہوگا۔ ہاں ضروری یہ ہے۔ کہ بقدر جرم سزا دے زیادہ نہ مارے (شامی)

س: پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ایک صحابی سے کیوں فرمایا۔ کہ مجھ سے اپنا بدلہ لے لے۔ قریب وفات شریف لوگوں سے کیوں فرمایا۔ کہ مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ نبی کا حق استاد سے کہیں زیادہ ہے؟

ج: اُمت کی تعلیم کے لئے کہ جب ہم پیغمبر ہو کر اتنی احتیاط فرماتے ہیں تو تم کو بہت زیادہ احتیاط چاہیئے۔ نیز اس اندیشہ سے کہ مبادا سزا قصور سے زیادہ دی گئی ہو۔

طریقت

س: شریعت کو شریعت کیوں کہتے ہیں اور طریقت کا نام طریقت کیوں ہے؟

ج: شریعت شرع سے بنا بمعنی چوڑا اور سیدھا راستہ۔ رب فرماتا ہے طریقت طریق سے بنا بمعنی تنگ اور پیچیدہ راستہ اس سے ہے شریعت اسلام کا وہ راستہ ہے جس پر ہر شخص آنکھ بند کر کے چل سکے۔ طریقت اسرار کے وہ پیچیدہ اور تنگ گلی کوچے ہیں جو واقف کے سواد و سرانہ طے کر سکے۔ شریعت میں آسانی ہے مگر کامیابی دیر میں۔ طریقت مشکل ہے مگر بہت جلد مقصود تک پہنچاتی ہے گلیوں کے ذریعہ جلد پہنچنا ہوتا ہے۔

س: شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

ج: جسم پاک مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا نام شریعت ہے اور قلب پاک کے احوال کا نام طریقت سر پاک کے احوال کا نام حقیقت ہے۔ روح پاک کے حالات کا نام معرفت ہے۔ غرضیکہ ذات پاک مصطفےٰ علیہ الصلوۃ والسلام ان چاروں کا مرکز ہے۔ ان کا جسم پاک شریعت کا مرکز۔ قلب شریف طریقت کا۔

س: شریعت و طریقت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

ج: شریعت پوست ہے طریقت مغز۔ پوست بغیر مغز بے قیمت ہے اور مغز پوست غیر محفوظ ہے۔ بادام کے چھلکے جب مغز سے جدا ہو جائیں تو ان کی قیمت کچھ نہیں۔ اسی طرح مغز بادام پوست سے علیحدہ ہو کر ہر جانور کی غذا ہے۔ شیطان کی عبادت پوست بے مغز تھی۔ لہذا کوئی قیمت نہ ہوئی۔ جاہل صوفی کی ریاضتیں مغز بے پوست ہیں۔ لہذا ہر دم خطرہ میں ہیں اور وہ مسخرۂ شیطان ہے۔ طریقت گویا حقیقت ہے اور شریعت گویا مجاز طریقت سمندر ہے شریعت جہاز جو کہے کہ اب دنیا میں مولی کوئی نہیں۔ وہ جھوٹا ہے کیسے ممکن ہے کہ مجاز رہے حقیقت نہ رہے۔ شریعت درخت ہے۔ طریقت اس کا پھل پھول۔ شریعت راستہ ہے۔ طریقت منزل مقصود۔ شریعت مضبوط قلعہ ہے طریقت اس قلعہ کا محفوظ خزانہ۔ شریعت غازی کا جھنڈا ہے۔ اور طریقت سرا پردہ۔

س: پیر کی کیا ضرورت ہے کیا ہدایت کے لئے پیغمبر کافی نہیں؟

ج: جیسے خدا تک پہنچنے کے لئے پیغمبر کی ضرورت ہے ایسے ہی رسول تک پہنچنے کے لئے پیر کی حاجت ہے۔ جس کتے کے گلے میں کسی مرشد کا پٹہ چاہیے۔ نفس کتا ہے اسے آزاد نہ رہنے دو۔ اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر کسی کے حوالہ کر دو زنجیر میں کڑیاں ہوتی ہیں۔ آخری کڑی پٹہ میں پہلی کڑی مالک کے ہاتھ میں۔ شجرۂ مشائخ اس زنجیر کی کڑیاں ہیں جس کی پہلی حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں ہے۔ آخری کڑی ہمارے نفس کے گلے میں۔ جو کوئی شمع سے دور ہوا ہے چاہیئے کہ ایسے آئینوں کے سامنے بیٹھے جس سے نور چھن کر آ رہا ہے۔ مشائخ کے سینے شفاف آئینے میں اور جمال پاک مصطفی شمع۔ جو کوئی بارش نہ پائے وہ تالاب سے پانی لے۔ حضور رحمت کی بارش ہیں اور مرشد تالاب۔ اپنی ایمان کی کھیتیاں اس سے سیراب کرو۔ مشائخ خاص مصیبت میں کام آتے ہیں۔ حضرت نجم الدین نے امام رازی کی موت کے وقت امداد کی۔ رب فرماتا ہے۔ قیامت میں ہم سب کو امام کے ساتھ بلائیں گے۔ اگر پیر نہ ہو تو کس کے ساتھ اٹھو گے۔ قلب کا تعلق باقی جسم سے رگوں کے ذریعہ سے ہے۔ حضور عالم کے

قلب میں عالم جسم پیران عظام گویا رگیں۔ پاور ہاوس کا تعلق تمام شہر سے بذریعہ بجلی کے تار سے ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نور کے پاور ہاؤس ہیں۔ ساری دنیا آباد شہر پیران عظام گویا بجلی کی تاریں علماء کرام ان تاروں کے کھمبے۔ آتشی شیشے کے ذریعہ آفتاب کی شعاعیں کپڑے کو جلا دیتی ہیں۔ ہمارے دل کپڑا ہیں حضور آفتاب۔ مرشد کامل آتشی شیشہ۔ اگر یہ واسطہ موجود نہ ہو تو عشق کی جلن نہ پیدا ہو گی۔

س: صحابۂ کرام کسی کے بیعت و مرید تھے یا نہیں؟

ج: صحابہ کرام نے بہت سی بیعتیں کیں۔ اولا اسلام لاتے وقت حضور سے بیت کی۔ پھر خاص معاہدوں کے لئے بیعت کی جیسے حدیبیہ میں بیعت الرضوان۔ رب فرماتا ہے۔ پھر خلفائے راشدین کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ لہذا وہ حضرات مرید تھے۔ بے پیرا تو بے تورا ہوتا ہے۔

س: کیا ایک بیعت کافی نہیں انہوں نے چند بعیتیں کیوں کیں؟

ج: بیعت چند قسم کی ہوتی ہے ان کی پہلی بیعت حضور کے ہاتھ شریف پر بیعت اسلام تھی۔ پھر خاص موقعوں پر بیعت خاصہ ہوئیں۔ پھر خلفاء راشدین کے ہاتھ پر بیعت دو بیعتوں پر مشتمل تھی۔ بیعت سلطنت اور بیعت طریقت۔ خلفائے راشدین کے زمانہ تک ہر سلطان شیخ بھی ہوتا تھا کیونکہ ان کی خلافت خلافت راشدہ تھی۔ ان کے بعد سلاطین اس پائے کے نہ رہے لہذا ان سے صرف سلطنت کی وفاداری کی بیعت کی گئی جسے آج صلف وفاداری کہتے ہیں۔ اور مشائخ سے بیعت طریقت ہوئیں۔

س: مرید کے معنی کیا ہیں اور یہ کس لفظ سے بنا ہے اسے بیعت کیوں کہتے ہیں؟

ج: یہ لفظ ارادہ سے بنا بمعنی قصد کرنا۔ اس کا ماخذ یہ آیت ہے لہذا مرید کے معنے ہوئے ارادہ کرنے والا۔ چونکہ مرید اللہ کی رضا کا طالب ہو کر شیخ کے پاس جاتا ہے لہذا اسے مرید کہتے ہیں بیعت. بیعیت سے بنا بمعنی بیچنا۔ چونکہ مرید شیخ کے ہاتھ پر بک جاتا ہے۔

س: مرید بننے کا مقصد کیا ہے اور مرید ہوتے وقت پیر کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں دیتے ہیں؟

ج: اللہ سے عہد کرنا کہ مولی میں تیرا بندہ فرمابردار رہوں گا۔ مگر چونکہ اللہ تک ہماری رسائی نہیں۔ تو اس کے کسی نیک بندے کے ہاتھ پر یہ عہد کرتے ہیں۔ جیسے جب خدا کو سجدہ کرنا ہو تو کعبہ کو سامنے لے کر سجدہ کر لیتے ہیں۔ کعبہ قبلۂ نماز ہے۔ پیر قبلۂ عہد و پیمان۔ بادشاہ کے گورنر وزراء سے حلف وفاداری لیتے ہیں۔ سامنے گورنر ہوتا ہے مگر حلف سلطان کے لئے ایسے ہی سامنے شیخ ہوتا ہے مگر حلف اور عہد رب سے۔ اس لئے رب نے فرمایا چونکہ عہد کے وقت ہاتھ بھی ملاتے ہیں کہ آؤ ہاتھ ملا لو۔ اس لئے بیعت کرتے وقت شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں۔

س: طریقت کے سلسلے صرف چار ہیں۔ کم و بیش کیوں نہیں؟

ج: یہ قدرتی بات ہے۔ رب کو چار کا عدد بہت پیارا ہے۔ بڑے فرشتے چار جبرئیل۔ میکائیل اسرافیل۔ عزرائیل علیہم السلام۔ آسمانی کتابیں چار انبیاء مرسلین چار۔ شریعت کے سلسلے چار حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ بلکہ انسان کے خمیر میں چیزیں چار آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی۔ حضور کے یار چار۔ لہذا طریقت کے سلسلے بھی چار۔ ایک عمارت میں زاویہ قائمے چار ہی ہو سکتے ہیں اگر کم و بیش ہو جائیں تو حادے یا منفرجے ہو جائیں گے۔ عمارت اسلام میں شریعت و طریقت کے سب زاویہ قائمے ہیں۔ لہذا چار چار ہونے چاہئیں۔

س: صوفیاء کرام قرآن سے دم درود کیوں کرتے ہیں۔ اس سے تعویز کیوں لکھتے ہیں۔ قرآن کا نزول احکام کے لئے ہے نہ کہ طبابت کے لئے۔

ج: نزول قرآن صرف احکام کے لئے نہیں۔ اس سے بہت فائدے ہیں۔ ثواب تلاوت۔ نماز میں قرات۔ کھانے پر بسم اللہ پڑھنا۔ چھینک وغیرہ پر الحمد للہ پڑھنا۔ احکام شرعیہ جاری کرنا۔ غافل دل کو زندہ کرنا۔ تعویز اور دعاؤں میں استعمال کرنا۔ رب فرماتا ہے۔ قرآن شفا بھی ہے اور رحمت بھی اگر قرآن صرف احکام کے لئے ہوتا تو اس میں منسوخ اور ذات وصفات کی آیات نہ ہوتیں۔ صرف احکام کی آیتیں ہوتیں۔ جب ہم

ظاہری اعضاء اور عبادت اور دنیاوی چیزوں سے صدہا فائدے حاصل کرلیتے ہیں۔ تو کیا کلام ربانی ان چیزوں سے بھی کم ہے۔ ایک بجلی سے روشنی۔ ہوا۔ خبر رسانی ریڈیو۔ تار۔ ٹرینوں کی رفتار مشینوں کی حرکت غرضکہ صدہا فائدے حاصل کرتے ہیں۔ اب بجلی سے علاج بھی ہورہے ہیں۔ جب بجلی جو کہ نار ہے۔ تو قرآن جو نور ہے اس کے کتنے فائدے ہونے چاہئیں۔

س: منہ کی سانس طبّی قاعدے سے زہریلی ہوتی ہے اس سے پانی پر دم کرنا بیماری کا باعث ہوگا۔

ج: آپ نے اتنا مان لیا کہ جو باہر کی ہوا جسم کے اندرونی حصہ سے مل کر آئے اس میں بیمار کرنے کی تاثیر ہوجاتی ہے اتنا اور مان لو کہ جو ہوا اس زبان سے مل کر آئے جس نے ابھی قرآن پڑھا ہے اس میں تندرست کرنے کی تاثیر ہوجاتی ہے۔

س: جب قرآنی آیتیں نور اور شفا ہیں تو چاہیئے کہ ہر شخص ان پر عمل کرلیا کرے اعمال و وظائف میں اجازت کی اور علم دین میں دستار بندی وسند کی شرط کیوں ہے۔ عمل آگ کی تاثیر رکھتا ہے آگ کا جلانا اجازت پر موقوف نہیں۔

ج: اعمال وظائف اور علم میں دو نور ہیں۔ ایک تو الفاظ کا دوسرے عامل عالم کے زبان کا الفاظ کا نور ثواب ہے اور عامل کا اثر فتح باب اجازت سے فتح باب ہوتا ہے۔ یہ اثر سینہ پاک مصطفے علیہ الصلوۃ والسلام سے پاک سینوں کے ذریعہ ایسا پہنچتا ہے جیسے شیشوں سے چھن کر نور شمع۔ تلوار دھار اور دار دونوں ضروری ہیں۔ بغیر دار سیکھے ہوئے دھار بے کار ہے اس دار کے لئے اجازت شیخ کی ضرورت ہے نہ کہ دھار کے لئے۔

س: جب قرآن وحدیث نور اور شفا ہیں تو شیخ کی بیعت استاد کی شاگردی اماموں کی تقلید سب بے کار ہیں۔

ج: دوا کی شفا طبیب کی تجویز سے ظاہر ہوتی ہے طبیب نبض دیکھنے اور بیماری پہچاننے دوا تجویز کرنے کی بڑی فیس لے لیتے ہیں۔ ایسے ہی مشائخ عظام دل کی بیماری کے طبیب ہیں۔ قرآن وحدیث دوائیں ہیں اور محدثین ومفسرین گویا روحانی عطار ہیں۔ ان کے پاس احادیث وآیات ایسی ہیں جیسے عطار کی دکان میں

صاف سنہری بہترین دوائیں۔ اس کی دکان میں ہے سب کچھ مگر طبیب کے تجویز کے بغیر مریض کو مفید نہیں۔

س: تعویذ کیوں لکھے جاتے ہیں ان سے کیا فائدہ ہے؟

ج: جیسے بعض مخلوق کے ناموں میں تاثیر ہے کہ کسی کو الو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہو جاتا ہے۔ حالانکہ الو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی۔ ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں۔ شافی میں شفا کی غفار میں بخشش کی۔ پھر خواہ یہ اسماء الہیہ لکھ کر پاس رکھو یا پڑھ کر دم کرو ضرور اثر کریں گے۔ اگر پیاز کی گانٹھ پاس ہو تو بو اثر نہیں کرتی۔ ایسے ہی رب کا نام ساتھ ہو تو بلائیں اثر نہیں کرتیں۔ نیز ہم پر گناہوں کی شامت سے آتی ہیں۔ اور رب کے نام گناہ دور کرتے ہیں جیسے پانی نجاست کو۔ لہذا ان سے شفا ہوتی ہے۔

س: پھر دم درود سے کیا فائدہ ہے؟

ج: جیسے اگر ہوا چمن سے گزر کر آوے تو دماغ کو معطر کر دیتی ہے گھورے سے آوے تو دماغ سڑا دیتی ہے۔ آگ سے لگ کر نکلے تو جھلسا دیتی ہے۔ برف سے مس ہو کر آئے تو ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ کوہ مری کی ہوا تپ والوں کو شفا دیتی ہے کیونکہ چیڑ کے درخت سے ٹکرا کر مریض کو لگتی ہے۔ ایسے ہی جس زبان سے ذکر اللہ کیا گیا ہو اس سے چھو کر جو ہوا نکلے وہ بیمار کو شفا دے گی۔ صحابہ کرام حضور کے بال شریف لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے تھے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کے لئے پانی میں اپنی انگلیاں شریف ڈبو دیا کرتے تھے۔ عیسی علیہ السلام دم کے ذریعہ مردے زندہ کر دیتے تھے۔ کیونکہ وہ خود حضرت جبریل کے دم سے پیدا ہوئے تھے۔ اور جبریل علیہ السلام روح الامین ہیں۔

س: پھر چاہیئے کہ ہم خود قرآن پڑھ کر دم کر لیا کریں یا لکھ کر باندھ لیا کریں۔ پیروں سے کیوں کراتے ہیں؟

ج: آیات قرآنیہ مثل کارتوس کے ہیں اور نیک بندوں کی زبانیں رائفل۔ کارتوس سے جب ہی شکار

ہو سکتا ہے جب رائفل سے استعمال کیا جائے ہماری زبانیں اس درجہ کی نہیں۔

س: پیروں کے وظیفے مختلف کیوں ہیں۔ کوئی زور سے ذکر کراتا ہے۔ کوئی مراقبہ۔ جب ذکر ایک ہے تو یہ اختلاف کیا؟

ج: جیسے ڈاکٹر اور یونانی طبیب مریضوں کا علاج انہی جڑی بوٹیوں سے کرتے ہیں مگر مختلف طریقوں سے پھر یونانی طبیبوں میں لکھنوی اطبار کا طریقہ علاج اور ہے۔ دہلویوں کا کچھ اور۔ حالانکہ دوائیں بھی ایک ہی ہیں اور سب بو علی سینا کے ہی متبع ہیں۔ ایسے ہی یہ اطباء ایمان۔ اگرچہ حضور ہی کے نام لیوا ہیں اور قرآن وحدیث کی دعاؤں سے علاج کرتے ہیں۔ مگر طریقۂ علاج جداگانہ ہیں۔ اور سب درست ہیں۔

س: صوفیاء چلے کیوں کراتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہے؟

ج: نفس کشی اور دل کی صفائی کے لئے تنہائی اور ذکر الٰہی بہت ہی مفید ہیں آئینہ دل کے لئے صحبت اغیار ایسی ہے جیسے شیشہ کے لئے گرد وغبار اور دنیاوی الجھنیں ایسی ہیں جیسے لوہے کے لئے زمین یا پانی۔ جس سے زنگ آجاتی ہے ۔ چلوں میں ان چیزوں سے علیحدگی ہے۔ لہذا قلب کی صفائی حاصل ہوگی۔ رب نے موسی علیہ السلام کو توریت دینے کے لئے طور پر بلایا۔ تو ان سے چالیس دن کا چلہ کرایا۔ فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل ٦ ماہ غار حرا میں چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضور مظہر شیر بیشۂ سنت ایک ہمہ جہت شخصیت

از: حضرت علامہ مفتی محمد ریاض حیدر حنفی صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دنیا میں کسی شخص کے لیے عزت واحترام کے لیے نقطۂ نظر سے یہ حوالہ نہایت اہم کا حامل ہوتا ہے کہ وہ مسلم شخصیت کا عزیز ہو، کسی بڑے سیاسی گھرانے کا فرزند ہو، کسی روحانی شخص کا نور چشم ہو۔ کسی ممتاز ادیب یا خطیب کا جگر گوشہ ہو۔ اس طرح کوئی بھی نسبت اس شخص کے لیے عزت ووقار کی دائمی سند کا درجہ رکھتی ہے۔

دنیا بھر میں اس طرح کا کوئی بھی حوالہ لائق توجہ سمجھا جاتا ہے۔ کم از کم ایک دو نسلیں تو اس احساس سے معمور ہی رہتی ہیں اور کوئی بھی انہیں اس اعزازی استحاق سے محروم نہیں کر سکتا۔ بایں ہمہ اگر وہ شخص ان حوالوں کے ساتھ خود بھی کوئی روحانی ، سیاسی ، معاشرتی، علمی اور ادبی حیثیت کا حامل ہو تو یہ سونے پہ سہاگے والی بات ہے اور اس کو قرآن السعدین کہا جاتا ہے۔

اس پس منظر میں جب ہم جانشین مظہر اعلیٰ حضرت، مظہر شیر بیشۂ اہل سنت، حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تاریخی یا یوں کہیے کہ تاریخ ساز ہستی کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ سیدی مظہر اعلی حضرت کے شہزادۂ والاتبار حضور مشاہد ملت علیہ الرحمہ اپنی دیگر خصوصیت کی طرح اس خصوصیت میں بھی انفرادی شان کے حامل نظر آتے ہیں۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ کیا نسبتیں اور کیسی کیسی عظمتیں آپ کے حصہ میں آئی۔ دیکھیے۔ وہ کس کے نورِ نظر، لخت جگر اور بھتیجے ہیں ایک نسبت کی بزرگی کو دیکھنے کے لیے کوہ ہمالہ جیسا قد کاٹھ چاہیے۔

اللہ اللہ! آپ کے والد گرامی کون؟ حضور شیر بیشۂ اہلسنت! وہ شیر بیشۂ اہلسنت جن کی ہر ایک سانس میں خوشبوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسی رہی۔ جن کو مظہر اعلی حضرت ، ولد مرافق اور ابوالفتح کا خطاب

حاصل ہوا ہے۔ جو ہر میدان میں فاتح و منصور ہے جن کی سیاست پر عبادت کا رنگ غالب رہا۔ جن کی روحانیت ہدایت کا سرچشمہ ٹھہری۔

العظمۃ للہ! آپ کے چچا کون؟ محبوب ملت مفتی اعظم ریاست پٹیالہ صاحب تصانیف کثیرہ! جنھوں نے مسلک کی حفاظت کے لیے جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں جن کے ایثار نے ملت کا وقار بلند کیا اور امت کی شیرازہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ دیکھ رہے ہیں آپ کہ جن کے والد بحر العلوم، چچا بھی بحر العلوم کیسی کیسی عظیم نسبتوں اور شاندار حوالوں سے جڑے ہوئے ہیں۔

لیکن اس طرح کے حوالے جہاں کسی کو بہت اونچا مقام دیتے ہیں وہاں اس کا نام گم جانے کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ آقائے نعمت حضور مظہر شیر بیشۂ اہلسنت علیہ الرحمہ بیشک ان حوالوں سے ایک مقدس محترم پہچان کے حامل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی تاریخ میں ان کا اپنا ایک مستقل مقام اور معزز نام موجود ہے عظمت و حرمت کی کہکشاں میں ممکن ہے کہ ایک آدھ ستارہ ڈوب جائے۔

رنگ و محبت سے معمور گلستاں میں اندیشہ ہے کہ کچھ پھول اپنی بہار نہ دکھلا سکیں۔ مگر حشمتی کہکشاں میں ہر ستارہ روشن اور اس گلزار میں ہر پھول پر بہار نظر آتا ہے۔ بڑے باپ کا بیٹا ہونا، عظیم ماں کا فرزند ہونا، جلیل القدر خانوادے کا فرزند ہونا، پر شکوہ گھرانے کا چشم و چراغ ہونا یقیناً باعث سعادت ہوتا ہے لیکن کسی امتحان اور آزمائش سے کم نہیں۔

کیوں کہ بڑے باپ کی عظمت کی لاج رکھنا، عظیم ماں کی آغوش کا حق ادا کرنا، پر شکوہ خاندان کی عزت کا پاس و لحاظ برقرار رکھنا اور گھرانے کی شان و شوکت صطوت و صولت کا تحفظ کرنا کوئی معمولی کام نہیں، ساتھ ہی الگ سے اپنی شناخت بنانا کارے دارد۔ حضور شیر بیشۂ اہلسنت کے جانشین اور فرزند دلبند کو اس حیثیت سے تو یہ خراج عقیدت و محبت حشر تک ملتا رہے گا کہ وہ مظہر اعلی حضرت کے چشم و چراغ ہیں مگر خاندان حشمت بھی اس پر ہمیشہ فخر کرتا رہے گا کہ مظہر شیر بیشۂ اہلسنت حضور مشاہد ملت اس خاندان کے ایک فرد ہیں۔

بعد وصال تو تعزیز کے طور پر تاثر پیش کرنے کا رواج بہت قدیمی ہے بعض لوگ تو غلو اور مبالغہ سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن یہ سب غلو اور مبالغے بعد انتقال ہی اکثر ہوتے ہیں۔ ذاتی کمال تو یہ ہے کہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ عین شباب میں بزرگوں کا معتمد بن جائے۔

مجھے یاد پڑ رہا ہے کہ دنیائے سنیت کی عظیم عبقری شخصیت جانشین اعلی حضرت حضور مفسر اعظم رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف کے ماہنامے " اعلی حضرت" ۱۹۶۳ میں ص ۳۳ پر تحریر فرمایا کہ:۔۔۔۔

"ہماری جماعت سے جو جارہا ہے اس کی جگہ خالی ہوتی جارہی ہے مگر شیر بیشۂ اہلسنت علیہ الرحمہ گئے تو ان کے جانشین نے ان کی جگہ پوری کر دیا اور دیوبندیوں کا زخم ہرارہا، بھرنے نہ پایا۔"

اس سے بڑا کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ مفسر اعظم جیسی شخصیت نے عین زمانۂ شباب میں آپ کو مظہر شیر بیشۂ سنت جانا اور تحریر فرمایا ایسی صورت میں کچھ کور چشموں کو آپ کی رفعت و بلندی کا صحیح اندازہ نہ ہو سکے تو اس کو سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا یہ شعر ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

گر نہ بید بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ایک علمی حوالہ بطور دلیل حاضر ہے " مشتے نمونہ از خزوارے " کے طور پر آپ کی علمیت کا کچھ اندازہ تو ہو ہی جائے گا۔ یہ کوئی ۱۹۸۳ کی بات ہے کہ یاد گار سلف حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ کے زمانۂ تدریس میں مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی (سدھارتھ نگر) سے ایک حشمتی طالب علم کے ذریعہ ایک سوال کرایا گیا۔ سوال پڑھ لینے کے بعد اسکا جواب پڑھیے اور حضرت علیہ الرحمہ کی خداداد صلاحیت کا اندازہ لگائیے مجبوراً کہنا پڑے گا۔ ع

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

سوال

حضور پیر و مرشد بڑے سرکار صاحب قبلہ دام ظلھم النورانی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد سلام وآداب قدم بوسی کے عرض خدمت میں ہے کہ شرح مائۃ میں ہے اعلم العوامل فی النحو علے ما الفۃ الشیخ الامام۔ اس عبارت میں جو ما استعمال ہوا ہے وہ کونسا ما ہے اگر اساتذہ کے ترکیب کرانے کے مطابق اس مائے موصولہ کا مصداق کیا ہے؟

١ - لا رجل فی الدار

٢ - لا رجل فی الدار

پہلا مشابہ بلیس اور دوسرا لائے نفی جنس، اردو زبان میں دونوں جملوں کے ترجمہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

نفی جنس کا معنی کیا ہے۔ رحمۃ علی الاصاغر کے پیش نظر کرم فرمائیں۔

٢٨/جمادی الاخریٰ ١٤٠٣

موضع بڑھیا مدرسہ غوثیہ

٩٢/٤٨٦

الجواب بعون الملک الوھاب

١ - جملہ اولی میں صرف افادۂ عموم ہے اور وہ جملہ دال پر عموم ہے التزام عموم نہیں ہے۔" اور جملہ ثانیہ میں تنصیص عموم اور التزام عموم ہے "کوئی مرد گھر میں نہیں ہے۔"

قال فی شرح الفیه ابن عقیل ص ٥٥ والمر ادیها الاالنبی قصدیها التشبش علے استغراق النفی للجنس کله وانما قلت التصبص احترازاعن التی یقع الاوم بعد ها مع قو فر ما لخو لا رجل قائما فایهالیست نصافی للجنس اذیحتمل نفی الواحدو نفی الجنس و قال الکواکب الدیه ، ص 130/ج 1، واما لاالتی لنفی الجنس فهی النی برادبها نفی جمع الجبس علے۔ سیل التفصیص بحیث لا یبقی فرد من افراده مخرح بها العاملة عمل لیام ۔ مانظرت الی الان فی الکتب التی طالعت معنی الجنس لکن من المثال بفگم ان مرادهم الکلی

وار جوار جواان يكنون صوابا (فية ما فيه ۹)

ما فی هٰذالعباده امامر صولة او نكره موصوفه والضمير المنصوب فی الفة یر جو الى ماوهواى ماذو جهتين باعتبار المعنى فى هذا المقام مونث و مقداقة فى هذا المقام العوامل والعبادة تشريحا للمرام تكون هكدا ان العو امل فى النحو مانه و مانتها والخصار ها اور كينو نتها مانه مبنية على ماالفه الشيخ لان بعضهم زاد علے المائة و بعضهم اختصر والتر اكيب ليست بمنحصرة ولا بمجدو دة فيها كتب قدر كب ايسملة زائده علے خمسة الوف فلا مائع و لاحارج للتوسيع ان زيد ثم صح فای محذ ور للقبول بعد هذا التواضيح لاغبار فی مر دالعبارة القصد ظاہر فتدبن و تفكر و ان لم تفهم وار جع الاساتذه ۔ انتهى كلامه

۸/رجب المرجب ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳ اپریل یہ تو نمونۃً عرض کر دیا ہوں، ورنہ بہت سارے مخطوطات ہیں جو مختلف علوم و فنون پر پھیلے ہوئے ہیں اگر ان کو یکجا کر دیا جائے تو ضخیم کتاب ہو جائے۔ اگر وقت نے فرصت دیا تو انشاء المولی تعالی جلد اس کی جانب توجہ دی جائے گی۔

شریعت و طریقت حقیقت و معرفت میں جس قدر آپ کو بصیرت گہرائی و گیرائی حاصل تھی اس کا اندازہ اربابِ بصیرت ہی لگا سکتے ہیں مگر اتنے بڑے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ شہزادۂ شیر بیشۂ اہلسنت بلاشبہ شریعت و طریقت دونوں کے سنگم تھے۔ اگر ایک طرف شرعی علوم پر آپ کی گرفت مضبوط تھی تو دوسری طرف طریقت کے اسرار و رموز پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔

افسوس کہ ایسی جامع شخصیت ۲/شوال المکرم ۱۴۱۹ھ دن گزار کر عشا کی نماز اور وظائف سے فراغت کے بعد یہی شعر پڑھتے پڑھتے کہ۔ ع

دل کرو ٹھنڈہ مرا وہ کفِ پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

لاکھوں عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

مرگ مومن چیست ہجرت سوئے دوست

ترک عالم اختیار کوئے دوست

(ماہنامہ سنی آواز، اکتوبر نومبر ۲۰۱٦)

☆☆☆☆☆☆

اعلیحضرت کا ہے مظہر تو خلیفہ لا کلام

از: حضرت مفتی عطاء المصطفی حشمتی علیمی

حضور مظہر اعلی حضرت، شیر بیشہ اہل سنت، امام الواعظین، سند المناظرین، حضرت علامہ ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب قادری رضوی قدس سرہ ایک سنی حنفی جلیل القدر عالم دین اور عالم اسلامی کے عظیم الشان مناظر اعظم علی الاطلاق تھے۔

لکھنؤ شہر سے جانب مشرق چند میل کے فاصلہ پر "امیٹھی" نام کا ایک مشہور قصبہ آباد ہے جہاں ایک بزرگ آسودۂ خاک ہیں جن کا نام حضرت بندگی میاں ہے۔ ایک زمانے میں اس قصبہ سے بڑی۔ بڑی علمی شخصیات نے جنم لیا جن میں مفسرِ قرآن ملا احمد جیون حنفی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ اور شیر بیشۂ اہلِ سنت حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی کے خاندان کا تعلق بھی اسی قصبہ سے ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 1901ء بمطابق 1319ھ کو اسی قصبہ "امیٹھی" میں ہوئی۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ محمد خان صاحب آفریدی درۂ خیبر (پشاور) سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ آپ کے والد کا نام نواب علی خان تھا۔

خلیفہ اعلی حضرت، حضرت مولانا شاہ سید محمد ہدایت رسول صاحب قبلہ قادری رامپوری قدس سرہ نے آپ کا نام محمد صدیق رکھا اور والد بزرگوار حافظ محمد نواب علی خاں قادری برکاتی نے محمد حشمت سے موسوم فرمایا۔

قرآن مجید قاری غلام طٰہ صاحب ٹونکی سے پڑھا اور حفظ قرآن عظیم مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حافظ عبد الغفار سے مکمل کیا والد گرامی نے "جشن تکمیل حفظ قرآن" بڑی شان و شوکت سے منایا تکمیل قرآن کے بعد تجوید و قرأت کی طرف رخ کیا سنہ ۱۳۳۱ھ میں بارہ سال کی عمر قرأت عاصم بروایت حفص اور تیرہ سال کی عمر میں قرأت سبعہ کا امتحان اعلی نمبرات سے پاس کیا۔ آپ کے اساتذہ آپ کو ذہانت و فطانت کی وجہ سے اپنے مدرسے کا شمس کہا کرتے تھے۔ علامہ

مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "فن قرأت و تجوید میں وہ اپنے وقت کے امام تھے ولاالضالین کے مخرج کی ادائیگی میں انھیں جو کمال حاصل تھا شاید کسی کو ہو" (پاسبان، الہ آباد، ص ۱۰، اگست ستمبر ۱۹۶۰ء)

تجوید و قرأت کے بعد فارسی آمد نامہ مصدر فیوض سکندر نامہ ابوالفضل میزان الصرف تک لکھنؤ میں پڑھیں۔ سیدنا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہرہ آفاق کتاب تمہید ایمان آپ نے دیکھی اور پڑھی تو دل کی دنیا بدل گئی۔

پھر ۱۳۳۶ھ کو جب آپ کی عمر سولہ سال ہوئی تو دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام میں داخل ہو کر درس نظامی کی تعلیم کا آغاز فرمایا۔

دوران تعلیم منظر اسلام

شیر بیشۂ اہلسنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ اس بناء پر وہاں کے اساتذہ نے آپ کے والد ماجد حافظ نواب علی خان سے شکایت کی کہ یہ صاحبزادے پڑھنے لکھنے کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتے۔ دن رات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ حافظ نواب علی خان علیہ الرحمۃ نے بڑا ہی عاشقانہ اور عارفانہ، جواب دیا کہ: "حضرت جو آپ بانٹ رہے ہیں وہ تو بعد میں مل سکتا ہے اور جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بانٹ رہے ہیں وہ بعد میں کہاں ملے گا؟" اور پھر اس شیخ کامل کی نگاہ کیمیاء نے کندن بنا دیا۔

شعبان المعظم 1340ھ میں آپ جملہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوئے دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام کے جلسہ دستار فضیلت میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اس رسم دستار بندی کے حسین موقع پر حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا صاحب قبلہ اپنی خلافت و نیابت سے بھی نوازا حضور حجۃ الاسلام نے اپنا جبہ مبارکہ بھی زیب تن فرمایا۔ (مولانا حشمت علی اور ایک تحقیقی مطالعہ ص ۱۰۳)

سنہ 1336ھ میں آپ نے بریلی شریف حاضر ہو کر سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

اجازت وخلافت

اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی۔۔۔ حضور تاج العلماء سید شاہ اولادرسول محمد میاں قاسمی مارہروی۔۔۔ حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان بریلوی۔۔۔ حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفی رضا خان ۔۔۔ اور حضرت مولانا الحاج ابو القاسم سید اسماعیل مارہروی سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ جب شیر بیشہ اہلسنت حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے وہاں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاءالدین احمد مدنی رضوی قدس سرہٗ نے بھی خلافت واجازت سے نوازا۔ (ایضا۲۶۸)

حضرت شیر بیشۂ اہلِ سنت اس مرد کامل کا نام ہے جس نے پوری زندگی دیوبندیت ، وہابیت ، زندیقیت و الحادیت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا رکھا۔ جہاں کہیں دیوبندی شر پھیلاتے یہ شیر وہاں پہنچ جاتا اوران کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملادیتا۔ دیوبندیت ان کے نام سے کانپتی تھی اور ان کا نام سن کر بڑے بڑے سورماؤں کا پتا پانی ہو جاتا تھا۔ مشہور دیوبندی مناظر منظور سنبھلی نے متعدد بار اس شیر ببر سے پنجہ آزمائی ک ی لیکن ہر بار منہ کی کھائی ۔ شیر بیشہ اہلسنت نے غیر مسلموں، شدھیوں، آریوں، مسیحیوں اور رافضیوں، خارجیوں اور دیوبندیوں سے متعدد مناظرے کیے۔

مظہر اعلی حضرت ایک اچھے مناظر کے ساتھ ساتھ آپ ایک اچھے مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ خطبات رضویہ بھی آپ کا ہی مرتب کردہ ہے۔ آپ جماعت رضائے مصطفی کے پہلے مفتی و مرکزی مبلغ اور دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے نہایت کامیاب مدرس بھی رہے۔۔۔۔ آپ نے وہاں پانچ سالہ درس وافتا کی خدمات بھی انجام دی۔۔۔ آپ نے ملک وملت کی فلاحی، رفاہی اور تعمیری کام کے لیے کئی تنظیمیں بنائیں جو اپنی مثال آپ تھیں "جماعت رضائے مصطفی" کے بانیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے اس جماعت نے شدھی سنگٹھن اور دیگر مواقع پر نمایاں کام انجام دیا۔ دوسری تنظیم جسے آپ نے تشکیل دے کر تمامی علمائے اہل سنت کو ایک پلیٹ

فارم پر لا کھڑا کر دیا وہ **"آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء"** اس کی داغ بیل آپ نے ہی عروس البلاد ممبئی میں ڈالی بلکہ اس شہر میں رضویت کی خشت اول آپ ہی کی تیار کردہ ہے۔۔۔ اس شہر کی بہت سی تحریکوں کے یا تو آپ بالواسطہ اور بلاواسطہ بانی ہیں۔۔۔ یا تو ان تحریکوں کو جلا بخشی ہے۔۔۔۔ عروس البلاد کی تاریخ آپ کے احسان کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی (ایضا ص ۱۷۳)

اس کے علاوہ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر "تفسیر امداد الدیان في تفسیر القرآن" بھی لکھی لیکن جس کا بہت حصہ حوادث زمانہ کے نظر ہو کر نایاب ہو گیا تقریباً پارہ کے ربع سے زیادہ ہی دستیاب ہو سکا شاید کوئی آپ کے اولادوں میں سے مکمل کر دے۔۔۔ آمین

القاب و آداب

علماء ہند و پاک نے شیر بیشۂ اہلسنت کو نامعلوم کتنے خطابات سے نوازا تھا مگر اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری (جو مرشد برحق بھی تھے اور اپنے زمانے کے علما، فقہا، فضلا اور دانشوروں کے امام بھی) نے آپ کو ولد مرافق اور غیظ منافق کا جو لقب عطا کیا اور اس پر ابوالفتح کی کنیت بھی اس کو حضور شیر بیشہ اہلسنت نے اپنی تمام حیات حرز جاں بنائے رکھا اور بڑے فخر سے اس کو لکھا کرتے تھے۔۔۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے علما نے آپ کو خطابات سے نوازا کسی نے سلطان المناظرین، کسی نے مناظر اعظم ہند، کسی نے ناصر الاسلام والمسلمین، کسی نے مظہر اعلیٰ حضرت، کسی نے معراج الواعظین وغیرہ۔ بہر حال ہزاروں علماء و مشائخ نے اپنے اپنے خطابات سے نوازا۔ خلیفہ اعلی حضرت علامہ ظفر الدین صاحب بہاری قدس سرہ نے "نمونہ شدت حضرت عمرو اعلی حضرت" سے یاد کیا مگر حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطا کردہ خطاب "مظہر اعلی حضرت" اور علمائے گجرات کے ذریعہ دیا گیا خطاب "شیر بیشۂ اہل سنت" زیادہ مشہور ہوا۔ انھیں متاخر الذکر خطابات سے آپ لوگوں میں متعارف ہیں۔

وصال پرملال

1959ء بمطابق 1379ھ آپ کو ایک دعوتِ بعام میں زہر دے دیا گیا اور 1960ء بمطابق 8 محرم الحرام 1380ھ کو اسی زہر افشانی کے سبب آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

شہید ملت اسلامیہ کا درد تھا سینے میں

اسلئے

شہادت راس آئی انھیں محرم کے مہینے میں

اعلیٰ حضرت کی "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" نے جو کاری ضرب لگائی تھی دیوبندیت ابھی تک اس کے زخموں کو ہی چاٹ رہی تھی کہ حضور مظہر اعلی حضرت علامہ حشمت علی لکھنوی نے "الصوارم الہندیہ علیٰ مکر شیاطین الدیوبندیہ" کی صورت میں ایک اور وار کر دیا۔ اس کتاب پر ملک (متحدہ ہندوستان) بھر کے 268 مفتیان کرام اور مشائخ عظام نے دستخط کیے اور "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" کی دل کھول کر تصدیق کی۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے

حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

☆☆☆☆☆☆

عقائد اہل سنت قرآن وحدیث کی روشنی میں (قسط دوم)

از:- مولانا غلام ناصر حشمتی ناصری دامت برکاتہم العالیہ

تعظیم سرکار مصطفی علیہ التحیۃ والثناء

حسب الحکم

نبیرۂ مظہر اعلی حضرت محقق عصر، رئیس التحریر، صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاران رضا خان صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶/۹۲/۵۵۵

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

سرکار اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیمِ اقدس کے لئے بجالائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشادِ الٰہی "و تعزروہ و تؤقروہ" میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منسک متوسط و فتاویٰ عٰلمگیریہ وغیرہا میں ہے:

کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا

جس قدر بھی ادب وعزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔

امام ابنِ حجر مکّی _جوہر منظم_ میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نوراللہ ابصارھم ۔

وہ لوگ جنہیں اللہ تعالٰی نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و صورتوں کو امر مستحسن تصوّر کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہر گز باری تعالٰی کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۵، صفحہ ۶۵۲)

نیز دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں؛

"ان کی (آقا علیہ السلام کی) تعظیم ان کی محبت، ان کی ثناء ان کی مدحت سب عین ایمان ہے اور اس کا اظہار و اعلان فرض اہم اور ان کا ذکر عین ذکر الٰہی، ان کی ثناء عین حمد الٰہی۔۔۔"

(ایضاً، جلد ۲۱، صفحہ ۵۹۹)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں سرکار میرے:

"نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔"

قال اللہ تعالٰی:

انّا ارسلنٰک شاھداومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

و قال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب

اور جو اللہ کے نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

و قال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ ۔

اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے

اس کے رب کے یہاں بھلا ہے

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جداگانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی۔۔۔"

(ایضاً، جلد ۲۳، صفحہ ۷۶۵)

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے؛

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰه وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

امام قاضی عیاض مالکی رضی المولیٰ عنہ زیر آیت مذکورہ فرماتے ہیں؛

قال المبرد تعزروه : تبالغوا فی تعظیمه

"مبرد نے کہا "تعزروه" کا معنی یہ ہے کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرو"

(شفا شریف)

اور فرماتا ہے رب العالمین؛

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے؛

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔

اور فرماتا ہے؛

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اور فرماتا ہے؛

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُۙ-وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍؕ-اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ٘-وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّؕ-

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں۔

اور فرماتا ہے؛

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔

اور فرماتا ہے؛

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت (ضائع) نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور فرماتا ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ- لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

فرماتا ہے تمہارا رب تعالیٰ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ-وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے اللہ عز شانہ

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ-قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ۔

اور اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کر رہے تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔

مسلمانوں! مسلمانوں! بارگاہ رب ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ سے اعلان کیا جا رہا ہے، سنو سنو! گوش ہوش سے سنو نہ بلکہ گوش قلب سے سنو! جبارو عزیز عزوجل تمہیں حکم دیتا ہے کہ میرے محبوب کی غایت درجہ تعظیم کرو، وہاں سے فرمان جاری ہوتا ہے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنے والے ہی کامیاب ہے، خبردار حضور اکرم کے بلانے پر سارے کاموں کو چھوڑ کر فوراً حاضر دربار ہو، خبردار انہیں اپنے جیسا نہ گردانا نہ انہیں ایسے پکارنا جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ حد درجہ ادب کے ساتھ یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کا پیارا رب ان کی بارگاہ کے آداب سکھاتا ہے کہ خبردار ان کے دربار میں

کاشانۂ اقدس میں بے اجازت ہر گز داخل نہ ہونا کہ یہاں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں۔ خبردار! کسی بھی معاملے میں ان سے آگے نہ بڑھنا، خبردار ان کے حضور آواز اونچی نہ کرنا، ان کے لئے ایسے الفاظ نہ استعمال کرنا جس میں توہین کا شائبہ بھی ہو یا ذو معنی ہو یا تصغیری الفاظ ہو۔ اور سن لو! اگر ایسا نہ کیا محبوب کی بارگاہ کا پاس نہ رکھا، ان کی کسر شان کی تو کافر ہو چکے ایمان لانے کے بعد، سارے اعمال برباد و حبط، لاکھ برس کی عبادتیں بھی ہو تو منہ پر ماری جائے گی۔ اے عزیز تو سمجھا کیا ہے؟

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سرکار جنید و حضور بایزید یکے از اکابر اولیاء ہیں، اس بارگاہ بے کس پناہ میں صحابہ کرام اپنے سرکار کی حد درجہ تعظیم بجا لاتے، سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب میں ساکت و جامد رہتے،

روى اسامة بن شريك ، قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه حوله كانما على روسهم الطير۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے یوں کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

(ابوداؤد شریف، حدیث ۳۸۵۵)

حدیث پاک میں ہے؛

۳۸- عن عمرو بن العاص قال: ما كان احد احب الى من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا اجل في عيني منه وما كنت اطيق ان املاء عيني منه اجلالا له ولو سئلت ان اصفه ما اطقت لاني لم اكن املاء عيني منه .

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا اور نہ میری نگاہ میں کوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سے زیادہ بزرگ اور معظم تھا اور میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر

دیکھ نہ سکتا تھا اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ میں نے کبھی حضور اقدس کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان' باب کون الاسلام یهدم ما قبله رقم الحدیث:۳۲۱)

حتی کہ فرماتے ہیں حضرت عروہ بن مسعود رضی المولیٰ عنہ:

"والله لقد وقدتُ على الملوك ووفدت على قيصر وكسرى والنجاشي ، والله إن رأيت ملكا قط بعظمة أصحابه ما يعظم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم محمدا صلى الله عليه وسلم"

واللہ (رب العزت کی قسم!) میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسری اور نجاشی کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری: کتاب: الشروط باب: الشروط في الجهاد، رقم الحدیث:۲۷۳۱-۲۷۳۲)

حضرت قطب عالم امام المناظرین علی الاطلاق شیر بیشۂ سنت مظہر اعلی حضرت رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

شفا شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے کوئی بات پوچھنا چاہتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے برسوں اس کے پوچھنے سے رکا رہتا تھا۔ اور امام ابوابراہیم تحلیبی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک کرے یا سنے تو اس وقت اسی طرح خضوع و خشوع توقر و سکون بجالائے اور حضو صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم سے ہیبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلال و ادب میں اسی طرح مصروف ہو

جائے جس طرح حضور کی حیات ظاہری میں کرتا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکی ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ فرما ہوتے۔

امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین اور ہمارے ائمہ ماضیین رضی اللہ عنہم کی بھی یہی سیرت تھی۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کا ذکر شریف فرماتے یا سنتے توان کا رنگ بدل جاتا اور ان کی پیٹھ جھک جاتی۔ اور جب کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم کی کوئی حدیث دریافت کرنے آتا تو غسل فرماتے، نئے عمدہ کپڑے پہنتے، اپنا جبہ مبارکہ پہنتے، عمامہ باندھتے، سر مبارک پر چادر اوڑھتے، خوشبو لگاتے، تخت پر بیٹھتے، عود سلگاتے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ حدیث بیان فرماتے۔ کہ اس تخت پر حدیث شریف سناتے وقت کے سوا کبھی نہ بیٹھتے اور فرماتے کہ میں محبوب رکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

ایک روز حدیث شریف بیان فرمارہے تھے کہ سولہ بار بچھو نے ڈنک مارا۔ آپ کا رنگ بدل بدل جاتا تھا، چہرۂ مبارک زرد ہو ہو جاتا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کو سنانا بند نہ فرمایا فارغ ہونے کے بعد فرمایا "انما صبرت إجلالا لحديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وسلم" یعنی یہ جو میں نے سولہ بار بچھو کے ڈنک مارنے پر صبر کیا یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے ادب میں۔ حدیث پاک سناتے وقت اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان پر رحم آتا۔

امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالی عنہما بہت مزاح فرمانے والے اور بہت مسکرانے والے تھے لیکن جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا تو ہیبت و تعظیم کی وجہ سے ان کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جایا کرتا۔ امام ابن المعیب رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے۔ آپ لیٹے ہوئے تھے انھوں نے آپ سے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کی ایک حدیث

پوچھی، آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اوران سے وہ حدیث بیان فرمائی۔ انھوں نے عرض کی میری خوشی یہ تھی کہ آپ تکلیف نہ فرماتے اور لیٹے ہی لیٹے حدیث بیان فرمادیتے۔ فرمایا کہ میں نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم سے بیان کروں۔ اور اس حال میں لیٹا رہوں۔ قتادہ باوضو حدیث شریف سنانے کو مستحب جانتے۔ امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ اس بات کو مکروہ جانتے کہ راستے میں یا کھڑے کھڑے یا جلدی میں حدیث شریف سنائیں۔ ہشام بن غازی نے امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے جبکہ وہ کسی جگہ کھڑے ہوئے تھے کوئی حدیث شریف پوچھی۔ آپ نے ان کو بیس کوڑے مارے۔ پھران پررحم فرمایا۔ اوران کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس حدیثیں اپنے دولت کدے پر لاکر سنائیں۔ ہشام فرماتے ہیں کاش مجھے اور زیادہ کوڑے مارتے اور پھراور زیادہ حدیثیں سناتے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما منبر اقدس کی اس جگہ کو جہاں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اپنے ہاتھ سے مس کر کے اپنے چہرے پر پھیرتے۔

(فتاویٰ حشمتیہ شریف، جلد ۱، صفحہ ۳۵٤)

حضرت محمد بن سحنون رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جارعلیہ بعذاب اللہ تعالٰی لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔

یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہو گیا۔

(شفا شریف و فتاویٰ رضویہ شریف)

سگ بارگاہ جنید زماں

فقیر غلام ناصر حشمتی ناصری غفرلہ القوی

☆☆☆☆☆

مطالع المسرات میں ہے :

اسمه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم محی حیٰوة جمیع الکون به صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فهو روحه وحیٰوته وسبب وجودہٖ وبقائہٖ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک محی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقاء کے سبب ہیں۔

(مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص۹۹)

مدیر : عبید حشمت علی
تزئین کار : محمد سہیل رضا حشمتی